# مدنی دور نبوی میں عدل وانصاف کے اصول وضوابط کا تجزیاتی مطالعہ

# An Analytical Study of The Principles and Regulations of Justice and Fairness in The Mādanī Era of The Prophet

**Muhammad Owais**
*MPhil Scholar, Faculty of Arts and Humanities,*
*Department of Islamic Studies (CAKCCIS),*
*Superior University, Lahore, Pakistan*
*Email: owaismayo7156@gmail.com*
**Dr. Hafiz M. Mudassar Shafique (Corresponding Author)**
*Assistant Professor, Faculty of Arts and Humanities,*
*Department of Islamic Studies (CAKCCIS),*
*Superior University, Lahore, Pakistan*
*Email: mudassar.shafique@superior.edu.pk*

**Abstract**
Every society can fall into decay due to the imbalance, oppression, deprivation and class distinctions within it unless its foundation is built on justice and fairness. Social justice, that is, giving every individual his or her legitimate rights, is an indispensable principle for the well-being and survival of nations. In Islamic teachings, justice is not just a principle of law but the soul of human society. Islamic society is not just a collection of acts of worship or jurisprudential rules but a comprehensive social system that guarantees justice and equality. This society, established under the leadership of the Holy Prophet (PBUH) was a "covenant of justice" where neither the powerful enjoyed undue advantage nor the weak faced deprivation. The Mādanī era of the Prophet Muhammad (peace be upon him) was a practical expression of this teaching, in which not only the political and social system of Islam was established, but also justice and fairness were made the basis of state policy. The main objective of this research is to see how the principles of social justice were practically implemented in the Mādanī state and how their effects were structured on social reform. The Prophet (peace be upon him) created a society that was based on justice and brotherhood despite ethnic, religious and economic diversity. This model is an example worthy of imitation for today. In the contemporary world, as social discrimination, inequality and injustice are increasing, the study of the teachings and social structures of the Mādanī era of the Prophet has become very

important. This research will not only examine the nature and implementation of social justice of that era but also clarify how these principles can be implemented in today's Muslim societies to reform society.

**Keywords:** principles, justice, Mādanī era, Prophatic life

اسلام نے انسانوں کے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود کی ضمانت احکامات الٰہیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں رکھی ہے اور احکامات خدا میں سے ایک حکم عدل کرنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل کرنے والوں کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سراپہ عدل تھی انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ میں بھی عدل کا پہلو واضح ہے عدل کائنات کا حسن ہے جہاں عدل ختم ہو جائے وہاں زندگی بے رنگ ہو جاتی ہے امن و امان کی جگہ جنگ و جدال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے سماجی عدل و انصاف ہی دراصل عین اسلام ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی اور نظریاتی طور پر نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو اصول و قواعد کی اطلاقی کی صورت پر بھی واضح کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا بنیادی مقصد ہی اسے بتایا گیا ہے ارشاد الٰہی ہے

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ-وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ[1]

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک

شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب **ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء** میں اس ایت کے تحت لکھتے ہیں

پیغمبر رہبر اعظم کی بعثت کا مقصد اول شہنشاہیت اور سرمایہ داری نظام کو مٹانا اور ایسا عادلانہ نظام لانا جس میں سب برابر ہوں اور سماجی انصاف کا بول بالا ہو[2]

عدل مصدر ہے اس کا مادہ ع دل ہے اس بارے میں مساوات و انصاف کا معنٰی پایا جاتا ہے۔ لسان العرب میں ہے۔

انه تقيم وهو ضد الجور ، العدل : من السماء الله هو الذى لا يميل به الهوئى ، العدل الحكم بالحق

عدل، اس کا معنی سیدھا ہے اور یہ جور کیضد ہے۔ عدل لفظ اللہ کے ناموں میں سے ہے یعنی وہ خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتا، عدل حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں[3] عدل کی یہی تعریف امام غزالی سے منقول ہے

"فهو عبارة عن الامر المتوسط بين طرفي الافراط والتفريط

افراط و تفریط کے درمیان کی راہ عدل ہے[4]

عام اصطلاح اور قضا کی نقط نظر سے عدل کا مفہوم یہ ہے زندگی کے معاملات کے اندر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے قاضی یا جج عدل وانصاف کا دامن نہ چھوڑے اور مساوات کو پیش نظر رکھے کیسی کی حق تلفی نہ ہو۔

عدل کو عربی زبان میں قضا کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں قضا کے معنی یہ ہیں کہ حکومت کے معینہ ادارے کی طرف سے قرآن وسنت اور شرعی احکام کی روشنی میں عامہ الناس کے باہمی تنازعات کا تصفیہ کیا جائے اور مقدمات فصیل کیے جائیں عدل کا مفہوم مختلف مناسبتوں سے مختلف ہوتا ہے [5]

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

العدل فهو عبارة عن الأمر المتوسط بين طرفي الإفراط والتفريط، وذلك أمر واجب الرعاية في جميع الأشياء[6]

**عدل کا ایک مفہوم یہ ہے.**

انسان اپنی ذات کے ساتھ عدل کرے یعنی اپنے نفس کو ان تمام خواہشات اور گفتگو سے محفوظ رکھے جو جسمانی و روحانی ہلاکت و تکلیف دے سکتی ہیں دوسرا مفہوم یہ ہے کہ انسان ایسے خالق کے حکم کی پیروی کرے اور اپنے رب کے حق کو مقدم رکھے اپنے نفس پر عدل کا تیسرا مفہوم اپنی ذات اور مخلوق خدا کے درمیان عدل کرے تمام مخلوقات سے ایثار و ہمدردی اور خیر خواہی کا برتاؤ کریں جبکہ ہمارے ہاں عدل کو عدالت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے

**ہجرت مدینہ**

جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہلے ہجرت حبشہ پھر بیت ثانیہ کے بعد ہجرت مدینہ کا حکم فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانی مبارک نے حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت مذہب بن عمیر کو اپنی تشریف آوری سے پہلے ہی مدینہ بھیج دیا تھا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ مدینہ میں اسلام کی تخم ریزی اور اشاعت کا آغاز ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ کے لیے امر ربی کا انتظار کرتے ہیں دوسری طرف مشرکین مکہ آپ کو قتل کرنے کے درپہ اپنی تمام تر چالیں پوری کرنے کی قرارداد منظور کر چکے ہوتے ہیں تو حضرت جبرائیل امین آپ نے رب تبارک وتعالی کا حکم لے کر آپ کی بارگاہ میں آتے ہیں اور آپ کو قریش مکہ کی پروپیگنڈا سے آگاہ اور آشنا کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو یہاں سے روانگی اجازت مرحمت فرمادی ہے اور یہ کہتے ہوئے روانگی کے ٹائم متعین بھی کر دیا کہ آپ یہ رات اپنی آرام گاہ

میں نہ گزارے ابن اسحاق اور ابن ہشام روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ سے ایسے سرزمین کی طرف ہجرت کر رہے ہیں جس میں کھجور کے درخت ہیں اس اذن الٰہی کے بعد آپ نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ یثرب کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمادی

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت مدینہ کی صورتحال

مدینہ ہجرت کرنے کا صرف مقصد یہ ہی نہیں تھا کہ قریش کی ہرزہ سرائیاں دسیسہ کاریاں اور تمسخر سے بچا جائے بلکہ اس میں یہ معنی ومفہوم بھی تھا کہ ایک ایسی جگہ کی طرف جایا جائے جو پر امن خطہ ہونے کے ساتھ ساتھ جدید معاشرے کی بنیاد میں فائدہ مند ہو اس لیے ضروری تھا کہ ہر طاقت رکھنے والا مسلمان اس نئے وطن کی تشکیل وتعمیر میں شامل ہو اس کو بے مثال عروج دینے اور اس کی پختگی میں اپنی جان لگادے۔

اس نئے معاشرے کی بنیاد میں حضور کی شخصیت ایک قائدانہ اور امام کی حیثیت رکھتی تھی اور سارے کاموں کو آپ خود اپنی نگرانی میں دیکھ رہے تھے۔

تاریخی طور پر ثابت ہے مدینہ میں تین طرح کی قومیں آباد تھیں اور ہر ایک کی صورتحال علیحدہ علیحدہ تھی اور سب کے مختلف مسائل سے واسطہ تھا۔

1. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار وپاک باز صحابہ کرام کی جماعت۔
2. وہ مشرکین مدینہ جو مدینہ میں قدیم اور اصلی قبائل سے تعلق رکھنے والے تھے ابھی مشرف اسلام نہیں ہوئے تھے
3. یہود کے قبائل

مکہ اور مدینہ کے حالات بہت ہی مختلف تھے مسلمان مکہ میں نہ چار وتنگدست تھے ان کے پاس کوئی اختیار نہ تھا تمام منصب دشمنانِ اسلام کے زیر تھے مگر مدینہ میں تمام اختیارات ابتدا دن ہی سے مسلمانوں کی دست میں تھے اور مسلمانوں پر کسی بھی قسم کا کسی اور کا زور نہ تھا اور وہ وقت آگیا تھا جب طلوع افتاب ان دنوں کا نظارہ کرے کہ نئے معاشرہ ایثار ومحبت عدل وانصاف سب کے لیے ہو ایک ایسے معاشرے کی تشکیل جو باقی تمام معاشروں سے جدا وممتاز واعلیٰ ہو جس معاشرے کے لیے مسلمانوں نے تکالیف برداشت کی تھی اور 13 سال ہر غم کو ہنس کر قبول کیا

## دوسری قوم

یہ مدینہ کے اسل رہنے والے مشرک لوگ تھے یہ مسلمانوں کے خلاف کینہ وغیرہ نہیں رکھتے تھے مگر ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو عداوت وہ کینہ رکھتے جیسے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا اور ان میں سے اکثر لوگ کچھ ہی عرصے تک مسلمان ہوگئے تھے

## تیسری قوم یہود

یہ لوگ مدینہ میں پناہ لیتے ہیں جس وقت ان پر رومی لوگوں نے ظلم کیا تھا یہ اصلا عبرانی تھے اور یہ عربوں کو امی کہتے تھے اور ان کا مال کھانا اپنے لیے جائز سمجھتے تھے جیسے ارشاد باری ہے

قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ-وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ[7]

یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں

یہ لوگ دولت حاصل کرنے اور مختلف فنون میں عربوں سے بہت اگے مگر ساتھ ساتھ لوگوں کے درمیان سازشوں اور جنگ وفساد کی اگ لگانے کی بھی فنکار تھے مدینہ میں ان کے تین مشہور قبیلے اباد تھے

## مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلامی ریاست کی تعمیر و تنظیم

بیت عقبہ کے بعد مسلمان ہجرت کر رہے تھے مگر بیت عقبہ ثانیہ کے بعد ہجرت کا عمل تیزی سے شروع ہو گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کے لیے تیاریاں شروع کر دی تھیں معاہدہ عقبہ کو ابھی دو ماہ ہی گزرے تھے کہ ربیع الاول 13 نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق کو سات لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے یہ سفر آپ کی نجی حیثیت سے نہیں تھا بلکہ تسلیم شدہ سیاسی رہنما اور پیغمبر کی حیثیت سے تھا اس قیادت کا ایک تقاضا تو یہ تھا کہ تمام لوگوں کی رہنمائی فرمائیں دوسرا یہ کہ جن مسلمانوں نے اپنا گھر بار مال وزر سب کچھ نثار کر دیا تھا ان کی معاشی بالیدگی اور آباد کاری کا خیال اور تیسرا اسلامی معاشرے کی تنظیم اور اس کی بقا اور اتفاق واتحاد کا مسئلہ پیش نظر تھا

ان تمام مسائل کو دور کرنے کے لیے اپ نے کوئی پیچیدہ طریقہ کار اختیار نہیں کیا بلکہ سادہ سے چند اقدامات سے ان مسائل کو فوری حل کر دیا مثلا

## مسجد قبا کی تعمیر

آٹھ ربیع الاول کو قبا تشریف لاتے ہی اپ نے مسجد قبا کی تعمیر فرمائی یہ دنیا کی وہ مسجد ہے جس کو قرآنی الفاظ میں مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى[8] کے الفاظ سے زینت بخشی ہے

مسجد قبا کی تاسیس و تعمیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اقدامات میں سے ایک ہے مسجد کا ادارہ اجتماعیت و معاشرت تعلیم و تربیت تزکیہ نفس اور مرکزیت قائم کرنے کے لیے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

## مدینہ میں سماجی عدل وانصاف کے گوناگوں پہلو سیرت رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

پیغمبر رہبر اعظم نے مدینہ کی ریاست کو سماجی عدل وانصاف کی بنیادوں پہ قائم کیا۔ کیونکہ عدل ہی ہر ملک اور خطہ کے لیے امن وامان اور زیست کے لیے سکون کا زینہ ہے۔ خالق رب لم یزل کا اس دنیا میں رسولوں کو مبعوث کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل کے نفاذ کو یقینی بنائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍۚ-وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ[9]

اور بے شک ہم نے ابراہیم اور نوح کو بھیجا اور اُن کی اولاد میں نبوّت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی راہ پر آیا اور ان میں بہت برے فاسق ہیں

قران مجید نے دنیا میں عدل وانصاف کرنے کے لئے دو چیزوں کو اصل و بنیاد فرمایا ہے ایک کتاب لاریب دوسرے میزان ، کتاب سے حقوق کی ادائیگی اور اس میں کم اور زیادہ کی ممانعت کے احکام کا پتہ چلتا ہے۔ اور میزان سے دوسروں کے متعین حقوق کا علم ہوتا ہے انہی دونوں چیزوں کا نازل کرنے کا مقصد لیقوم الناس بالقسط قرار دیا ہے

اس کی تائید سورہ الشوریٰ کی یہ آیت بھی کرتی ہے۔

**اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَؕ[10]**

اللہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اُتاری اور انصاف کی ترازو

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی علیہ وآلہ وسلّم کے لیے ارشاد فرمایا۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُۚ-وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَۚ-وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْۚ-وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍۚ-وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْؕ [11]

تو اسی لیے بلاؤ اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کوئی کتاب اللہ نے اُتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں۔

اسلام نے انسان کو شتر بے موہار نہیں چھوڑا بلکہ اس زمین پر لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ ہر کام عتدال سے ہو اور زندگی کا کوئی بھی موڑ ہو چاہے عدل کا تعلق اپنی ذات کے خلاف والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ہر صورت میں عدل کا دامن ہاتھ سے نہ جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ریاست مدینہ منورہ کی بنیادوں کو استوار کرنے کے لیے عدل وانصاف کے تمام پہلوؤں کو پورا فرمایا، اور کوئی بھی ایسی جہت باقی نہیں رہی جس پہ عدل وانصاف قائم نہیں کیا گیا ہو۔ حتی کہ قصاص کے قانون سے لے کر یتیم بچوں، بیواؤں، امن امان اور املاک کا تحفظ ، معاشرے میں فوری انصاف کا

حصول اولاد کے ساتھ مساوی سلوک، دولت کی عادلانہ تقسیم، مظلوموں کو انصاف، علاج معالجے کی ضرورت مہیا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض سماجی عدل وانصاف زندگی کے تمام تر سماجی اقتصادی، سیاسی، اور تعلیمی اور طبی پہلوؤں پہ مشتمل تھا۔

## سب کے لیے برابر سماجی عدل وانصاف

سماجی انصاف کے لیئے قانون کی نظر میں سب مساوی ہوں امیر اور غریب کا فرق درمیان میں نہ آئے ایسا نہ ہو کہ کمزور لوگوں کے لیے قانون متحرک ہو اور امیر اپنی دولت کی وجہ سے قانون کو زیر رکھیں اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہ ہو قانون عدل میں ادنی واعلی مساوی ہیں خواہ وہ اپنی ذات کے بارے ہی ہو

ارشاد الہی ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ[12]

اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت میں فاطمہ بنت اسود خاتون کے حوالے سے چوری کا معاملہ آیا۔ ان کے قبیلے کے سردار لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ کی بارگاہ میں سفارش کا کہا تاکہ ان کے ساتھ نرمی فرمائی جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ عرض لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

يَا أُسَامَةُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ هَلَكُوا بِمِثْلِ هَذَا كَانَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِنْ سَرَقَ فِيهِمْ الدُّونُ قَطَعُوهُ وَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُهَا[13]

سماجی عدل وانصاف کے سلسلہ میں برادری، قبیلے، نسل، خطہ، گورا، کالا، عربی، عجمی، یہاں کافر کے درمیان بھی فرق نہیں کیا جائے گا اور اس کا حق اس کو دیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مسلمان اور یہودی کا معاملہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے دو فریق کی گفتگو سنی بات سننے کے بعد ان میں سے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔

اسلام نے ایسے عناصر کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے جو انسان کو عدل سے دور جانے میں مدد دیں جیسے کہ تعصب، حسد، عناد، حسد، دشمنی، وغیرہ۔ یہ وہ عوامل ہیں جو عدل میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ اسلام نے ان کو نظر انداز کرنے کی تلقین و تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا[14]

اور تم کو کسی قوم کی عداوت (دشمنی) اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو

ایک اور جگہ آیا ہے:

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْؕ-اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُم[15]

اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سماجی عدل وانصاف اس قدر عام تھا کہ یہودی و نصاریٰ جو دین اسلام اور رسول اللہ کے مخالف اور سخت ترین دشمن تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنے بعض تنازعات کو آپ کے پاس لاتے تاکہ آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق اور امین سمجھتے اور کہتے تھے۔

## دولت کی عادلانہ تقسیم

اسلام نے معاشرے میں اقتصادی اور معاشی حوالے سے عدل کے نفاذ کو یقینی بنانے پر زور دیا ہے۔ تاکہ دولت صرف مخصوص لوگوں کے پاس ہی نہ رہے۔ کیونکہ دولت جب چند افراد یا کیسی خاص طبقے میں محدود ہونا شروع ہو جائے تو اس سے سوسائٹی میں معاشی بے انصافی پیدا ہوتی ہے۔۔ قرآن کریم میں ایسے مال کو جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جو اللہ کے احکامات سے دور کرنے اور لوگوں کے درمیان ناانصافیوں کو جنم دینے کا ذریعہ بنے۔

وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌؕ العادیات [16]

اور بے شک وہ مال کی چاہت میں ضرور کرّا ہے۔

حضور کے ارشادات,سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام استعمال کی جانے والی اشیاء کو بھی جمع کرنے کو گناہ فرمایا ہے۔

مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ[17]

جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہ گار ہے۔

کتاب لاریب میں ان لوگوں کی مذمّت کی گئ ہے۔ اور سخت وعید سنائی گئی ہے۔ جو ضرورت کی اشیاء کو روکے رکھتے ہیں۔

وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ[18]

اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو لعنتی کہا ہے۔ جو ضرورت کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَالِبُمَرْزُوقٌ،وَالْمُحْتَكِرُمَلْعُونٌ[19]

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بازار میں مال لانے والے کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور غربت میں جیسے عذاب اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامَهُمْ، ضَرَبَهُ اللَّهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ[20]

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جو مسلمانوں سے کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جذام اور افلاس میں مبتلا کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ-فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ[21]

اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوش خبری سناؤ دردناک عذاب کی

اسلام نے احتکار دولت سے روکا ہے اور اگر دولت کیسی جگہ مرتکز ہو بھی ہوئے تو عادلانہ طریق اپنانے اور ارتکاز کو ختم کرنے کی ترغیب وہدایت دی ہے۔ تاکہ دولت اغنیاء کے درمیان ہی محدود نہ ہو۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ[22]

تاکہ تمہارے اغنیاء کے مابین گھومتی نہ رہے۔

معاشرہ اس وقت معاشی طور پر متوازن کہلائے گا جب لوگوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ اوسط فردی دولت کے نزدیک سے نزدیک تر ہو گا۔ اور اوسط دائرہ سے جس قدر دور ہو گا۔ معاشرہ میں اسی قدر بے انصافی جگہ لے گی۔ سماجی انصاف کے لیے ضروری ہے۔ کوئی بھی فرد دولت پہ سانپ بن کر نہ بیٹھ جائے۔ بلکہ اپنے مال سے کمزور اور غریبوں کی بھی مدد کرے۔

## بے سہارا اور کمزور طبقات سے عدل۔

اسلام نے کمزور اور یتیموں کی مدد فرمائی ہے۔ بلکہ ان بے سہارا لوگوں کو اللہ کی نعمتیں میسر ہونے کا باعث فرمایا ہے۔ ایک حدیث نبوی کا مفہوم ہے۔ اللہ کی طرف سے افراد کو جو نعمتیں میسر آتی ہیں ان کا ایک سبب یہ کمزور لوگ بھی ہیں۔ ان کو بھوک اور پیاس میں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ ہر ممکن ان کے ساتھ تعاون کیا جائے اس سے ایک طرف سماجی عدل وانصاف ہو گا تو دوسری طرف پیار ومحبت کی فضا پیدا ہو گی۔ اور یوں سارا معاشرے امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ مال دار لوگوں کے مال میں ان کمزور اور مفلس لوگوں کا بھی حصہ رکھ دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ[23]

اوران کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی بیواؤں، یتیموں، کمزوروں، اور بے بس لوگوں کا خیال کیا ۔ اوران کے ساتھ ہمیشہ مدد کرتے رہے۔ ہر ایک کی فریاد سنی اور اپنے طور پہ ان کے ساتھ بھی دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کے الفاظ کتنے واضح ہیں۔

قَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا فَوَاللَّهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ[24]

خدیجہ رضی اللہ عنہانے کہاایسا ہر گز نہ ہو گا، آپ کو خوشخبری ہو، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، آپ کمزور وناتواں کا بوجھ خود اٹھالیتے ہیں، جنہیں کہیں سے کچھ نہیں ملتا وہ آپ کے یہاں سے پالیتے ہیں۔ آپ مہمان نواز ہیں اور حق کے راستے میں پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں

معاشرے کے تمام افراد سوسائٹی کا برابر حصہ ہیں۔ کیسی کو کوئی برتری حاصل نہیں ہے تقویٰ کے سوا۔

## عائلی زندگی میں عدل:

بیویوں کے درمیان عدل کا نفاذ ایک مشکل امر ہے اگر میاں بیوی کے درمیان عدل نہ ہو تو زندگی کے دن ارام اس خون سے خالی ہو جاتے ہیں اسلام نے چار عورتوں تک شادی کو جائز کہا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان کے ساتھ عدل کیا جائے ایسا عدل جو معاشی بھی ہو اور جسمانی بھی ان کے نان ونفقہ، پہننے کے لیے لباس، اور رہائش اگر کیسی سے یہ ممکن نہ ہو تو ایک ہی عورت سے نکاح عدل کے ساتھ کافی قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً[25]

اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکوگے تو ایک ہی کرو

اگر کوئی شخص اپنی بیویوں کے درمیان عدل کو قائم نہیں رکھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایسے شخص کے لیے وعید بھی سنائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْكَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ، يَمِيلُ مَعَ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَحَدُ شِقَّيْهِ سَاقِطٌ[26]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کو دوسری پر ترجیح دے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا جسم گرا ہوا (مفلوج) ہو گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کے ساتھ عدل وانصاف کی بہترین و بے مثال نظیر قائم کی اور رہتی دنیا تک اہل خانہ کے ساتھ کیسے عدل کیا جاتا ہے لوگوں کو بتایا اور بتایا کہ محبت اور مساوات سے گھر بسا کرتے ہیں

## اولاد کے درمیان عدل وانصاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اولاد کے ساتھ برابری کا درس دیا ہے تاکہ ان کے دل میں کوئی ایسی چیز پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے بھائی بہن ایک دوسرے سے جدا اور ان کے درمیان حسد، بغض، اور عناد جیسی جذبات جنم لیں۔ خانگی معاملات کے درمیان امن وامان پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ عدل وانصاف کو پیش نظر رکھا جائے یہ ایک ایسا زریں اصول ہے جس کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تعلیم دیتے ہوئے اولاد کے درمیان مساوات کا حکم دیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلاَمًا، فَقَالَ: «أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ»، قَالَ: لاَ، قَالَ فَارْجِعْهُ[27]

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے کہا ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہبہ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ پھر (ان سے بھی) واپس لے لے۔

ابن حبان اور طبرانی کی روایت ہے میں ظلم پہ گواہ نہیں بنتا اس حدیث سے معلوم ہوا اولاد کے مابین عدل وانصاف بہت لازمی ہے

## فوجی معاملات میں عدل:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکری معاملات میں بھی عدل وانصاف کے نفاذ کو یقینی بنایا جیسے کہ عطیائے مؤلفہ القلوب، سلب، زر فدیہ تقسیم غنائم کو گونا گوں جگہوں پہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کیا۔ یہ فیصلہ عینی شہادت کی بنیاد پر کیا جاتا جیسا کہ غزوہِ بدر میں ابو جہل کو واصل جہنم کرنے والے دو افراد دعویدار تھے۔ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں افراد کے دومیان کے ساتھ فیصلہ فرمایا۔

ثُمَّانْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ يُكُمَا قَتَلَهُ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُهُ، فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟ قَالاَ لاَ، فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ، فَقَالَ لاكُمَا قَتَلَهُ، سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الجَمُوحِ وَكَانَا مُعَاذَ ابْنَ عَفْرَاءَ، وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الجَمُوحِ[28]

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں نوجوانوں نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ اس لیے آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا اپنی تلواریں تم نے صاف کر لیہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ اور اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا۔ وہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموع تھے

غزوہ حنین کے وقت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ اور ایک اور صحابی مشرک کو قتل کرنے کے دعوے دار ہوتے ہیں تو انصاف سے ابو قتادہ کا حق میں فیصلہ ہوا اور اس کو حق سلب دیا۔ ایسا سامان جو کافر مقتولوں کے استعمال میں رہا سلب کہلاتا ہے۔

عْطِيكَ سَلَبَهُ[29]

پھر آپ نے سامان ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا حتی کہ عدل و انصاف کو اس قدر سامنے رکھا جاتا ایک سپاہی پیدل اور دوسرا سوار ہے تو سوار مجاہد کو بالترتیب اکہرا اور دہرا حصہ دیتے سماجی عدل و انصاف کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور معاشرے کو امن کا گہوارہ بنا دیا

## بروقت عدل وانصاف کی فراہمی

عدل و انصاف کے معاملات میں یہ امر بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ فوری فریقین کے درمیان فیصلہ کیا جائے تاکہ حقدار تک حق پہنچ جائے حق ثابت ہونے کے بعد اس میں تاخیر کرنا بھی ایک ظلم ہے۔ کسی بھی برائی کا اگر فوری سدباب نہیں کیا جائے تو اس کی جڑیں مضبوط ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ تیزی کے ساتھ پھلنا پھولنے کا عمل شروع کر دیتا ہے جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے اس کو ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس لیے فریقین کے درمیان فوری عدل کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے تاکہ بے انصافی اسی وقت ختم ہو جائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بھی کوئی مسئلہ لایا گیا یا پیش ایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروقت فیصلہ کیا الا کے اس کے بارے میں ابھی اسمانی ہدایت جاری نہ ہوئی ہوں۔ جیسا کہ ماعز اور غامدیہ کے رجم کے فیصلے پر فوری عمل ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس اسلمی سے فرمایا

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدْ زَنَى فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ[30]

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ اسلم کے ایک صاحب ماعز نامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے زنا کا چار مرتبہ اقرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رجم کا حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا۔ وہ شادی شدہ تھے۔

اسی طرح اپ نے حضرت کعب بن مالک کے کچھ مال کے لیے فیصلہ فرمایا۔

أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي المَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي بَيْتٍ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمَا، حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، فَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ: فَقَالَ «يَا كَعْبُ»، فَقَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ، فَقَالَ كَعْبٌ: قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُمْ فَاقْضِهِ[31]

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنا قرض طلب کیا، جو ان کے ذمہ تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا واقعہ ہے۔ مسجد کے اندر ان دونوں کی آواز اتنی بلند ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنی۔ آپ اس وقت اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ باہر آئے اور اپنے حجرہ کا پردہ اٹھا کر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ آپ نے پکارا اے کعب! انہوں نے کہا یا رسول اللہ، میں حاضر ہوں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ آدھا معاف کر دے۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کر دیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ اب اٹھو اور قرض ادا کر دو

عدل انصاف سب کے لیے عام ہو ایک سادہ شہری بھی اس تک رسائی رکھتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم یہ فریادی کی اسان رسائی کو یقینی بناتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدالتی اتھارٹی کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا۔ حتی کہ جانثار صحابہ کرام کو بھی لوگوں کے درمیان تنازعات و مقدمات کا فیصلہ صادر فرمانے کے لیے عدالتی معاملات اور اصول قضاء کی تعلیم فرمائی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی میں صحابہ سے فیصلے کرائے ساتھ ساتھ ان کی اصلاح و درستگی فرماتے۔ ٹھیک فیصلہ کرنے پر آپ ان کی تعریف فرماتے اور ان کے حوصلہ افزائی کرتے بہت سے مقدمات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا وہ فیصلہ کریں۔ جیسا کہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں

جَاءَ خَصْمَانِ يَخْتَصِمَانِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَمْرُو ، اقْضِ بَيْنَهُمَا قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَنْتَ أَوْلَى بِذَلِكَ. قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ: «وَإِنْ كَانَ قُلْتُ عَلَى مَاذَا أَقْضِي ؟» قَالَ: عَلَى إِنْ أَصَبْتَ الْقَضَاءَ بَيْنَهُمَا فَلَكَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَإِنِ اجْتَهَدْتَ فَأَخْطَأْتَ فَلَكَ حَسَنَةٌ وَاحِدَةٌ۔

دو جھگڑا کرنے والے اپنا فیصلہ کروانے کے لیے حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آئے تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ نے مجھے فرمایا: اے عمرو! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کریں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہیں۔ اُنہوں نے کہا: اگر میں یہ کہوں کہ میں کس غرض سے فیصلہ کروں؟ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر تم نے ان کے درمیان درست فیصلہ کیا تو تمہارے لیے دس نیکیاں ہیں، اور اگر تم نے اجتہاد کیا اور فیصلہ کرنے میں تم سے غلطی ہوئی تو تمہیں ایک نیکی ملے گی۔

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فیصلوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے کہ تم نے بہت ٹھیک اور احسن فیصلہ کیا ہے۔

عن نمران بن جارية عن أبيه أن قوما اختصموا إلى النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى اللَّهِ وَسَلَّمَ في خص كان بينهم فبعث حذيفة يقضي بينهم فقضى للذين يلهم القمط فلما رجع إلى النبي صلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ أخبره فقال: أصبت وأحسنت[32]

یہ سب اس لیے تھا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی موجودگی میں عدالتی نظام کے بہترین معیارات اور اصول وضوابط کو جاری فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ بحیثیت سربراہ ریاست عدلیہ کے قاضیوں کی عملی تربیت کی اور مسجد نبوی ایک جوجوڈیشل ٹریننگ اکیڈمی کی صورت میں سامنے ائی۔

## عدالتی معاملات میں سماجی عدل

جس خطے سے عدل وانصاف کا فقدان ہو جائے وہ تنازعات اور فساد کا گھر بن جاتا ہے عام شہریوں کی جان محفوظ نہیں رہ سکتی اسلام نے عدالتی امور میں بھی عدل و انصاف کو ملحوظ رکھا ہے کیونکہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدلیہ کو حکومت کے ایک اہم رکن امن وسلامتی، عدل، حقوق، اور جان ومال کے محافظ کے طور پر معاشر کا لازم عنصر فرمایا ہے

## دستاویزات لکھنے میں عدل

انسانی زندگی کا نظام ایک دوسرے سے مل جل کر چلتا ہے کسی کو کس چیز کی ضرورت ہے اور کوئی کسی سے کوئی مال خرید رہا ہے اسلام نے اس کا بھی ایک طریقہ بتایا ہے تا کہ ان کے مابین تنازعہ پیدا نہ ہو اللہ تعالی کا ارشاد ہے

وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَابَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا[33]

اور چاہتے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف

اس ایت میں واضح کیا گیا ہے لکھنے والا کسی فریق کا خاص شخص نہ ہو۔ بلکہ کاتب غیر جانبدار ہو۔ تا کہ کسی کے دل میں شک وشبہ اور کھٹک باقی نہ رہے اور لکھنے والے کو نصیحت کی گئی کہ عدل وانصاف کا دامن نہ چھوڑے وقتی نفع کے لیے اپنا ہمیشہ کا خسارہ نہ کرے۔ لکھنا بھی ایک ہنر ہے اس کا شکرانہ یہ ہے کہ وہ عدل کرتے ہوئے لکھے اور لکھنے سے روگردانی نہ کریں۔

## گواہی دینے میں عدل

اگر کوئی شخص گواہی میں ردبدل کرتا ہے۔ اور ٹھیک بات نہیں کرتا ایسے انسان کے لیے فرمایا ہے

کیونکہ شہادت ایک امانت ہے اور گواہ کو چاہیے وہ امانت حقدار تک پہنچادے جس طرح باقی امانتوں کا ادا کرنا لازمی اور ضروری ہے اسی طرح حق بات کا ادا کرنا بھی لازمی ہے۔ کیونکہ جہاں گواہی دینے والا اگر سچ بات سے روگردانی کرلے تو عدل انصاف قائم نہیں ہوسکے گا۔ اس لیے قرآن کی رو سے ایسے شخص کو گناہ گار قرار دیا گیا ہے جو حق گواہی سے انکار کرے یا سچ کو چھپالے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ-وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ[34]

اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگارہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللَّهِ[35]

جھوٹی گواہی دینا' اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ہے

## قاضی فیصلہ کرنے میں عدل سے کام لے

قاضی کو چاہیے وہ عدل وانصاف سے فریقین کے درمیان فیصلہ کرے وہ اس فیصلے کے بارے قران کو دیکھیں۔ اگر اس کے متعلق حکم نہ پائے تو پھر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی لے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی سنت میں بھی اس کے متعلق کوئی واضح حکم نہ پایا جائے تو پھر اپنے علم کے مطابق اجتہاد کرے۔ اور عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ جاری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کا امیر بنا کر روانہ کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا فیصلہ کیسے کروگے تو انہوں نے جواب دیا

فَقَالَ: "كَيْفَ تَقْضِي؟" فَقَالَ: أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ، قَالَ: "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ؟" قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟" قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي قَالَ: "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ ﷺ[36]

آپ نے پوچھا: 'تم کیسے فیصلہ کروگے ؟' انہوں نے کہا: میں اللہ کی کتاب سے فیصلے کروں گا، آپ نے فرمایا: 'اگر (اس کا حکم) اللہ کی کتاب (قرآن) میں موجود نہ ہو تو؟' معاذ نے کہا: تو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلے کروں گا، آپ نے فرمایا: 'اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی (اس کا حکم) موجود نہ ہو تو؟' معاذ نے کہا: (تب) میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا: 'اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو (صواب کی) توفیق بخشی'۔ "

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب فریقین کسی تنازع پر فیصلہ کروانے حاکم کے پاس ائیں تو حاکم کو چاہیے
لَا يَحْكُمْ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ[37]

کوئی شخص جب وہ غصے کی حالت میں ہو دو (انسانوں / فریقوں) کے مابین فیصلہ نہ کرے

جب تک حاکم وقت قرآن سنت کو پیشِ نظر رکھ کر عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے قاضی کی مدد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْقَاضِي مَا لَمْ يَجُرْ فَإِذَا جَارَ وَكَّلَهُ إِلَى نَفْسِهِ[38]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم (بے انصافی) نہ کرے۔ جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہے۔

ان تمام تر ارشادات سے معلوم ہوتا ہے قاضی کو ہر صورت عدل کو قائم کرنا چاہیے صورتحال کو دیکھ کر اور غیرت جانبداری سے فیصلہ کرنا چاہیے اور دونوں فریقین کی گفتگو کو غور سے سننے کے بعد حق کے ساتھ حقدار کو حق دیا جائے قاضی کو چاہیے وہ مذہب افکار، عقیدہ، دین، رنگ، نسل، قبیلے، امیر اور غریب کے فرق کو مٹا دے, اور عدل وانصاف کو ہر صورت قائم فرمائے۔ جب انسان ٹھیک اور درست کام کی نیت رکھتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ

کی توفیق اور مدد حاصل ہوتی ہے مگر جب حاکم وقت یا قاضی کے دل میں بے انصافی کا سوچ لے تو اس وقت اس کے ساتھ اللہ کی تائید ونصرت نہیں رہتی اور اس طرح شیطان اس پر قبضہ کرلیتا ہے اور وہ بے انصافی کرکے ظلم کا مرتکب ہوجاتا ہے۔

## قصاص میں عدل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی زندگیوں کی حفاظت کے لیے باہمی تعلقات خیر خواہی امن و امان کو عملی ویقینی جمع پہنانے کے لیے قصاص دیات اور خون بہا کا قانون بیان فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماجی انصاف کے قیام اور ترویج وتنفیذ کو قائم کرنے باطل نظام کو بزور بازو اکھاڑ پھینکنے ریاست اور حکمران کی ذمہ داری قرار دیا اس سے پہلے افراد قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں

وَإِنَّهُ لَا يُنْحَجَرُ عَلَى ثَأْرِ جُرْحٍ[39]

کسی شہری کو زیادتی یا زخم کا جائز قانونی طریقے سے بدلہ لینے سے نہیں روکا جائے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوٹوک صراحت کے ساتھ واضح فرمایا کہ قصاصدیت کے حوالے سے مقتول کے خاندان والوں اور قاتل کے درمیان کسی کو حائل ہونے کی اجازت نہیں لہذا جس نے ناحق خون بہایا تو اسے بھی قتل کیا جائے گا یا پھر وہ دیت دے گا چاہے قاتل معاشرے کے اونچے طبقے واشرافیہ اور کسی بھی شان و شوکت کا حامل ہو نظام عدل کی نظر میں تمام لوگ ایک جیسے ہیں اس لیے دیت کے حوالے سے بھی تمام عرفات برابر ہیں اور کسی بھی فرد کی دیت میں کوئی کمی پیشی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالی نے قصاص میں برابری و مساوات کے قانون کو قائم کرنے کے لیے قران مجید میں حکم فرمایا ہے

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ [40]

اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے دستور میں قصاص کو لازم قرار دیا الا کہ خاندان والے معاف کردیں۔ ورنہ جرم قتل کی سزا میں قصاص یا دیت کو لاگو کیا ہر جماعت اور قبیلے کے لیے قانون مختص کیا تاکہ سماجی انصاف قائم ہو تاکہ کیسی بھی خاندان اور قبیلے پر ظلم نہ ہو اور اس طرح مدینہ کا معاشرہ دیکھتے ہی دیکھتے امن کا گہوارہ بن گیا۔

## تجاویز وسفارشات:

آرٹیکل ہذا کے تناظر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے درج ذیل عملی اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی لیتے ہوئے عدل وانصاف کو فروغ دیا جائے کیونکہ کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کے اندر عدل وانصاف قائم نہ ہو اج ہماری زندگی میں جو مصائب وعلام اور عدم سکونی ہے اس کی بڑی وجہ صرف اور صرف سماجی ناانصافی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف معاشرہ اگے بڑھنے سے رک جاتا ہے بلکہ یہ چیز سماج کو عدم اطمینان اور تنزلی کی طرف لے جاتا ہے اس سے نجات کا حل صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے جس سے ہم رہنمائی لیتے ہوئے اس بھنور سے باہر نکل سکتے ہیں۔

- معاشرے میں عدل وانصاف کو فروغ دینے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج پر بدلتے سماج کے عین مطابق تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔
- معاشرے کے مسائل کو فوری انصاف کے ساتھ حل کیا جائے اور نچی سطح پر عدالتوں کا قیام کیا جائے تاکہ چھوٹی عدالتوں بھی قائم ہوں۔
- عدالتی فیصلوں کو شفاف بنایا جائے تاکہ ہر شخص کو انصاف کی نوعیت کا علم ہو اور کسی قسم کا شک باقی نہ رہے۔
- سماج میں معاشی نظام کو مساویانہ منہاج پر تقسیم کیا جائے تاکہ محتاجوں اور بے کس ومفلس افراد کی مدد کی جاسکے۔
- سماج میں بسنے والے افراد کی ظاہری اور باطنی تربیت کی جائے اور ان میں منفی سوچ پیدا ہونے نہ دی جائے کیونکہ سماجی انصاف کا حصول افراد کی باطنی تربیت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔
- آج کے دور میں ان تمام اصولوں کو واضح اور لاگو کیا جائے جو 1400 سال پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی ریاست میں عدل وانصاف کے لیے واضح فرمائے تھے۔
- یکساں نظام قائم کیا جائے ایسا نہ ہو کہ طاقتور بچ جائے اور کمزور بے گناہ ہونے کے باوجود بھی سزا کی چکی کاٹے بلکہ نظام سب کے لیے برابر ہو
- آزاد عدلیہ کو فروغ دیا جائے اس میں کسی سیاسی عسکری یا دیگر اداروں کا عمل دخل نہ ہو تاکہ قاضی میرٹ پر فیصلہ کریں اور ان پر کسی قسم کا دباؤ یا خوف نہ ہو۔
- فری لیگل ایڈ کو فروغ دیا جائے تاکہ غریب اپنا وکیل کر کے اپنا انصاف لے سکے۔
- پروگریسیو ٹیکس سسٹم اس کو یقینی بنایا جائے تاکہ غریب معاشرے میں بے جا بوجھ سے بچ سکے۔

## مصادر ومراجع


- القرآن الكريم
- ابن منظور الإفريقي، محمد بن مكرم (المتوفى: 711هـ)، لسان العرب، الطبعة الثالثة، 1414هـ، الناشر: دار صادر - بيروت.
- دہلوی، شاہ ولی اللہ ، احمد بن عبد الرحیم، ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، میر محمد ، کتب خانه، کراچی، سن، 1/27
- أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني (المتوفى: 275هـ)، سنن أبي داود الطبعة: الأولى 1430هـ - 2009م، الناشر: دار الرسالة العالمية.
- البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، الطبعة: الأولى، 1422هـ، الناشر: دار طوق النجاة.
- الترمذي، محمد بن عيسى (المتوفى: 279هـ)، سنن الترمذي، الطبعة الثانية، 1395هـ - 1975م، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر .
- النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب (المتوفى: 303هـ)، السنن الصغرى، الطبعة الثانية 1406هـ - 1986م، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب.
- الجصاص، احمد بن علی الرازی، ابو بكر ، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1983ء،
- مسلم بن الحجاج، أبو الحسن، الامام، الجامع الصحيح، ( دار إحياء التراث العربي )۔
- ابن هشام السيرة النبويه اداره اسلامیات ۔لاہور
- ابو عبدالله محمد بن يزيد ابنِ ماجه مطبوعه دار حياء التراث العربی بیروت

## حوالہ جات

[1] سورہ توبہ 33:9

[2] دہلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، میر محمد، کتب خانہ، کراچی، سن، 27/1

[3] ابن منظور، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب (دار صادر، بیروت) ۴۳۰/۱۱

[4] الجصاص، احمد بن علی الرازی، ابو بکر، احکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1983ء، 509

[5] ابن تیمیہ، شیخ الاسلام، السیاسۃ الشرعیۃ (جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ) ص ۷

[6] رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب: ۱۰۵/ ۲۰

[7] سورہ آل عمران 75:3

[8] سورہ توبہ 108:9

[9] سورہ الحدید 26:57

[10] سورہ الشوری 18:42

[11] سورہ انشوری 15:42

[12] سورہ النساء 135:4

[13] صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب ذکر اُسامۃ بن زید 3733

[14] سورۃ المائدۃ 2:5.

[15] سورہ الشوری 15:42

[16] سورہ العادت 8:100

[17] صحیح مسلم، کتاب العلاقات، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات رقم الحدیث 4122

[18] الماعون 7:107

[19] ابن ماجہ، السنن، التجارات آباب الحکرۃ الجلب رقم الحدیث 2153

[20] ایضا رقم الحدیث 2155

[21] التوبۃ 34:9

[22] الحشر 7:59

[23] الذاریات 19:51

[24] صحیح بخاری کتاب الزکاۃ ، باب اخذا الصدقة من الاغتباء وترد فی الفقراء حیث کانو ر قم الحدیث148

[25] النساء4:3

[26] ابن ماجہ السنن کتاب النکاح،باب القسمۃ بین النساء رقم الحدیث1969

[27] صحیح بخاری کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها باب الحصبة للولد 2586

[28] صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب من تم نہیں الاسلابَ ، وَمَن قتل قتيلاً قُلَهُ سببه من غيران خمس ، وحكم الامام فيه3141

[29] مسلم کتاب الجہاد باب استحقاق القاتل اسلب رقم الحدیث3142

[30] صحیح بخاری کتاب المحاربین من اھل الکفروالردۃ باب رحم المحصن6814

[31] صحیح بخاری کتاب الصلح باب الصلح بالدین والعین2710

[32] ابن حجر العسقلانی: المطالب العالیہ 9/664 بیروت لبنان؛دار العرفہ 1978/ 1407

[33] سورہ بقرہ2:28

[34] سورہ بقرہ2:284

[35] سنن ابی داؤد کتاب الاقضیۃ باب شھادۃ الزور3599

[36] جامع ترمذی ابواب الاحکام عن رسول اللہ باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی1327

[37] صحیح مسلم مسلم کتاب الاقضیۃ باب کراھۃ قضاء القاضی وھو غضبان4490

[38] سنن ابن ماجہ اب الاحکام باب التعلیظ فی الحیف والرشوۃ2312

[39] ابن ہشام؛السیرہ النبویۃ3 /34

[40] سورہ المائدہ5:48